فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۱۶)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: مندرجہ ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَلَائِكَةُ السَّمَاءِ يَسْتَغْفِرُونَ لِذَوَائِبِ النِّسَاءِ وَلِحَى الرِّجَالِ وَيَقُولُونَ: سُبْحَانَ الَّذِي زَيَّنَ الرِّجَالَ بِاللِّحٰى وَالنِّسَاءَ بِالذَّوَائِبِ.

(الغرائب الملتقطة لابن حجر: 289/6)

جواب: سند جھوٹی ہے۔

① الحسین بن داود بن معاذ بلخی ''متروک ووضاع'' ہے۔

② حسن بصری کا عنعنہ ہے۔

③ حسن بصری کا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سماع ثابت نہیں۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ يَسْمَعِ الْحَسَنُ مِنْ عَائِشَةَ.

''حسن بصری نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سماع نہیں کیا۔''

(لسان المیزان: 4446، ت أبو غدة)

❁ اسی معنی ایک موقوف روایت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

(تاریخ دِمشق لابن عَساکر: 343/36)

یہ منکر و باطل روایت ہے۔ محمد بن معاذ بن فہد نہاوندی ''متروک'' ہے۔ محمد بن منہال کی حدیثوں میں اس کی کوئی اصل نہیں ملتی۔

❀ حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ جِدًّا وَإِنْ كَانَ مَوْقُوفًا فَأَوَّلْتُ النَّهَاوَنْدِيَّ نَسِيَهٗ فِيمَا نَسِيَ فَإِنَّهٗ لَا أَصْلَ لَهٗ مِنْ حَدِيثِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمِنْهَالِ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ .

''یہ حدیث اگرچہ موقوف ہے، مگر سخت منکر ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ نہاوندی کا سہو ہے، کیونکہ محمد بن منہال کی حدیثوں میں اس کی کوئی اصل نہیں، واللہ اعلم!''

(سوال): لَا نِكَاحَ بَيْنَ الْعِيدَيْنِ ''دو عیدوں کے درمیان نکاح جائز نہیں۔'' روایت کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اس معنی کی حدیث پر اطلاع نہیں ہو سکی۔ یہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل مبارک کے بھی خلاف ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے شوال میں نکاح کیا اور شوال میں ہی رخصتی کی۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

تَزَوَّجَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شَوَّالٍ، وَبَنٰى بِي فِي شَوَّالٍ، فَأَيُّ نِسَاءِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ أَحْظٰى عِنْدَهٗ مِنِّي؟

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شوال میں میرے ساتھ شادی کی، میری رخصتی بھی شوال

میں ہوئی، تو ازواج رسول میں وہ کون سی بیوی ہے، جو مجھ سے زیادہ خوش نصیب اور آپ ﷺ کی نظر میں پسندیدہ تھی؟''

(صحيح مسلم : 1423)

❁ علامہ ابن عابدین، شامی، حنفی رحمہ اللہ (1252 ھ) لکھتے ہیں:

قَالَ فِي الْبَزَّازِيَّةِ : وَالْبِنَاءُ وَالنِّكَاحُ بَيْنَ الْعِيدَيْنِ جَائِزٌ وَكُرِهَ الزِّفَافُ، وَالْمُخْتَارُ أَنَّهُ لَا يُكْرَهُ لِأَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ تَزَوَّجَ بِالصِّدِّيقَةِ فِي شَوَّالٍ وَبَنٰى بِهَا فِيهِ .

''بزازیہ میں ہے: عیدین کے درمیان شادی اور رخصتی کرنا جائز ہے، البتہ زفاف کو ناپسند کیا گیا ہے اور مختار قول یہ ہے کہ وہ بھی ناپسندیدہ نہیں، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے شوال میں نکاح کیا تھا اور شوال ہی میں رخصتی ہوئی تھی۔''

(فتاویٰ شامی : 8/3)

سوال: مندرجہ ذیل اثر کا مفہوم کیا ہے؟

❁ سیدنا عبد اللہ بن عباس ﷺ آیت مبارکہ: ﴿اللّٰهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

فِي كُلِّ أَرْضٍ مِثْلُ إِبْرَاهِيمَ وَنَحْوُ مَا عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْخَلْقِ .

''ہر زمین میں ابراہیم علیہ السلام کی مثل اور اس زمین کے اوپر والی مخلوق موجود ہے۔''

(تفسير الطّبري : 469/23، المستدرك للحاكم : 23/38، الأسماء والصّفات للبيهقي : 832، وسندهٗ صحيحٌ)

(جواب): حافظ بیہقی رحمہ اللہ (الاسماء والصفات :۸۳۲) اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (فتح الباری:۶/۲۹۳) نے اس اثر کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

۞ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ مَحْمُولٌ إِنْ صَحَّ نَقْلُهُ عَنْهُ عَلٰى أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَخَذَهُ عَنِ الْإِسْرَائِيلِيَّاتِ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ .

''اگر اس اثر کی سند صحیح ہے، تو اسے اس معنی پر محمول کیا جائے گا کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ بات اسرائیلی روایات سے اخذ کی ہے، واللہ اعلم!''

(البداية والنّهاية :43/1)

۞ نیز اسرائیلی روایات کے بارے میں موقف یوں بیان کرتے ہیں:

أَخْبَارُهُمْ عَلٰى ثَلَاثَةِ أَقْسَامٍ ؛ فَمِنْهَا مَا عَلِمْنَا صِحَّتَهُ بِمَا دَلَّ عَلَيْهِ الدَّلِيلُ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ أَوْ سُنَّةِ رَسُولِهٖ، وَمِنْهَا مَا عَلِمْنَا كَذِبَهُ، بِمَا دُلَّ عَلٰى خِلَافِهٖ مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ أَيْضًا، وَمِنْهَا مَا هُوَ مَسْكُوتٌ عَنْهُ، فَهُوَ الْمَأْذُونُ فِي رِوَايَتِهٖ، بِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ : حَدِّثُوا عَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَا حَرَجَ، وَهُوَ الَّذِي لَا يُصَدَّقُ وَلَا يُكَذَّبُ، لِقَوْلِهٖ : فَلَا تُصَدِّقُوهُمْ وَلَا تُكَذِّبُوهُمْ .

''اسرائیلی روایات کی تین اقسام ہیں؛ ① جن کے صحیح ہونے کا علم ہمیں کتاب اللہ یا سنت رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے ذریعے ہو چکا ہے، ② جن کا جھوٹا ہونا معلوم ہو کہ اس کے خلاف کتاب وسنت میں ثابت ہو، ③ جن کے بارے میں کوئی

فیصلہ کن بات نہ ہو، انہیں بیان کرنے کی اجازت ہے، جیسا کہ فرمانِ نبوی ہے
: بنی اسرائیل سے روایت بیان کرلیا کرو، اس میں کوئی حرج نہیں۔ اسرائیلی
روایات کی اسی قسم کی تصدیق وتکذیب نہ کرنے کو کہا گیا ہے، فرمان نبوی ہے:
بنی اسرائیل کی نہ تصدیق کرو، نہ تکذیب۔''

(تفسیر ابن کثیر : 528/3)

سوال: مختار ثقفی کے بارے میں کیا رائے ہونی چاہیے؟

جواب: مختار بن ابی عبید ثقفی عام الہجر ہ میں پیدا ہوا، اس کی زندگی کے مختلف ادوار ہیں۔ آخر میں اس نے دعوی نبوت کر دیا تھا۔

❀ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ فِي ثَقِيفٍ كَذَّابًا وَّمُبِيرًا .

''ثقیف میں ایک کذاب اور ایک مبیر ہوگا۔''

(صحیح مسلم : 2545)

❀ شارح مسلم، حافظ نووی رحمہ اللہ (676ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلٰی أَنَّ الْمُرَادَ بِالْكَذَّابِ هُنَا الْمُخْتَارُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ وَبِالْمُبِيرِ الْحَجَّاجُ بْنُ يُوسُفَ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ .

''اہل علم کا اجماع ہے کہ اس حدیث میں کذاب سے مراد مختار بن ابی عبید اور مبیر سے مراد حجاج بن یوسف ہے، واللہ اعلم!''

(شرح النووي : 100/16)

❀ اسود بن یزید رحمہ اللہ (۷۵ھ) نے مختار ثقفی کو ''کذاب'' کہا ہے۔

(طَبَقات ابن سعد : 95/6، وسندہٗ صحیحٌ)

(سوال): سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جنازہ کس نے پڑھایا؟

(جواب): سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جنازہ کس نے پڑھایا؟ اس بارے میں کچھ ثابت نہیں، نیز سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے یہ وصیت ثابت نہیں کہ انہیں رات کو دفن کیا جائے۔

(سوال): مندرجہ ذیل آیت کس کے بارے میں نازل ہوئی؟

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ﴾(القصص : ٥٦)

''اے نبی! آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے، البتہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے ہدایت عطا فرماتا ہے اور وہ ہدایت یافتگان سے بخوبی واقف ہے۔''

(جواب): یہ آیت کریمہ بالاتفاق ابو طالب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ أَجْمَعَ الْمُفَسِّرُونَ عَلٰى أَنَّهَا نَزَلَتْ فِي أَبِي طَالِب، وَكَذَا نَقَلَ إِجْمَاعُهُمْ عَلٰى هٰذَا .

''مفسرین کرام کا اتفاق ہے کہ یہ آیت کریمہ ابو طالب کے بارے میں نازل ہوئی۔ امام زجاج رحمہ اللہ (معانی القرآن واعرابہ: ۱۴۹/۴) وغیرہ نے بھی مفسرین کا اجماع نقل کیا ہے۔''

(شرح النّووي : 41/1)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ تَخْتَلِف النَّقَلَةُ فِي أَنَّهَا نَزَلَتْ فِي أَبِي طَالِبٍ .

''ناقلین کا کوئی اختلاف نہیں کہ یہ آیت ابوطالب کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔''

(فتح الباري : 506/8)

سوال: ابوطالب کا نام کیا تھا؟

جواب: نبی کریم ﷺ کے چچا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے والد ابوطالب کا نام عبد مناف بن عبدالمطلب تھا۔ شیعہ کہتے ہیں کہ آپ کا نام عمران تھا۔ یہ دنیا کی بے حقیقت بات ہے۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

اِسْمُهُ عِنْدَ الْجَمِيعِ عَبْدُ مَنَافٍ وَّشَذَّ مَنْ قَالَ : عِمْرَانُ، بَلْ هُوَ قَوْلٌ بَاطِلٌ نَقَلَهُ ابْنُ تَيْمِيَّةَ فِي كِتَابِ الرَّدِّ عَلَى الرَّافِضِيِّ أَنَّ بَعْضَ الرَّوَافِضِ زَعَمَ أَنَّ قَوْلَهُ تَعَالٰى : ﴿إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى آدَمَ وَنُوحًا وَّآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ﴾(آل عمران : ٣٣)، أَنَّ آلَ عِمْرَانَ هُمْ آلُ أَبِي طَالِبٍ وَأَنَّ اسْمَ أَبِي طَالِبٍ عِمْرَانُ وَاشْتُهِرَ بِكُنْيَتِهِ .

''اس بات پر اتفاق ہے کہ ابوطالب کا نام عبد مناف ہے۔ جو کہتے ہیں کہ ان کا نام عمران ہے، ان کی بات شاذ، بلکہ باطل ہے۔ شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے روافض کے رد میں اپنی کتاب (منہاج السنۃ) میں لکھا ہے: بعض روافض کے نزدیک اللہ کے فرمان : ﴿إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى آدَمَ وَنُوحًا وَّآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ﴾ (آل عمران:۳۳) ''اللہ نے آدم، نوح، آل ابراہیم اور آل عمران کو منتخب فرما لیا ہے۔'' میں آل عمران سے مراد

آل ابی طالب ہیں اور ابوطالب کا نام عمران تھا، اپنی کنیت سے مشہور ہوئے۔‘‘

(فتح الباري : 194/7)

سوال: قبر پراذان کا شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: دفن کے بعد قبر پراذان کہنا بدعت ہے، احادیث میں اس کی کوئی اصل نہیں اور صحابہ کرام، تابعین عظام، ائمہ دین اور سلف صالحین کے زمانہ میں بھی اس کا وجود نہیں ملتا۔

اگر یہ کارِ خیر ہوتا یا میت کے لئے نفع مند ہوتا، تو صحابہ ضرور ایسا کرتے، کیونکہ وہ سب سے بڑھ کر قرآن وسنت کے معانی، مفاہیم ومطالب اور تقاضوں کو سمجھتے اور ان کے مطابق اپنی زندگیاں گزارتے تھے، ان کا قبر پراذان نہ دینا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ اُمورِ خیر میں سے نہیں ہے، ورنہ وہ اس خیر کے زیادہ حق دار تھے۔

ائمہ اربعہ سے بھی اس کا جواز یا استحباب منقول نہیں، احناف کی امہات الکتب میں تو اس کا ذکر ہی نہیں ملتا، البتہ بعض حنفی علماء نے اس کے عدم جواز کا فتوی دیا ہے اور اس کے بدعت ہونے پر صراحت کی ہے۔

سوال: مندرجہ ذیل حدیث کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❁ سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ .

’’میری اور خلفائے راشدین کی سنت لازم پکڑیں۔‘‘

(سنن أبي داوٗد : 4607، سنن التّرمذي : 2676، مسند الإمام أحمد : 126/4)

جواب: اس کی سند صحیح ہے۔

❁ اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ’’حسن صحیح‘‘، امام ابن حبان رحمہ اللہ (۵)،

حافظ ضیا مقدسی رحمہ اللہ (إتباع السنّة واجتناب البدع : ۲) نے **''صحیح''**، **حافظ بزار** رحمہ اللہ (جامع بیان العلم وفضله لابن عبد البرّ : ۲۳۰٦) نے ((ثَابِتٌ صَحِيحٌ)) **اور حافظ ابن عبد البر** رحمہ اللہ (جامع بیان العلم وفضله : ۲۳۰٦) نے ((ثَابِتٌ)) کہا ہے۔

۞ **امام حاکم** رحمہ اللہ **(۱/۹۵) فرماتے ہیں:**

صَحِيْحٌ، لَيْسَ لَهٗ عِلَّةٌ .

''یہ حدیث صحیح ہے، اس میں کوئی علت نہیں۔''

حافظ ذہبی رحمہ اللہ **نے ان کی موافقت کی ہے۔**

۞ **حافظ ابونعیم اصبہانی** رحمہ اللہ **فرماتے ہیں:**

هٰذَا حَدِيثٌ جَيِّدٌ مِّنْ صَحِيحِ حَدِيثِ الشَّامِيِّينَ .

''یہ شامیوں کی صحیح مرویات میں سے جید حدیث ہے۔''

(المسند المستخرج علٰى صحيح الإمام مسلم :36/1)

۞ **حافظ بغوی** رحمہ اللہ (شرح السنّة : ۱۰۲) **نے ''حسن'' کہا ہے۔**

۞ **حافظ ابن کثیر** رحمہ اللہ **لکھتے ہیں:**

صَحَّحَهُ أَيْضًا الْحَافِظُ أَبُوْ نُعَيْمٍ الْأَصْفَهَانِيُّ وَالدَّغُوْلِيُّ، وَقَالَ شَيْخُ الْإِسْلَامِ الْأَنْصَارِيُّ : هُوَ أَجْوَدُ حَدِيْثٍ فِي أَهْلِ الشَّامِ وَأَحْسَنُهٗ .

''اسے حافظ ابونعیم اصفہانی رحمہ اللہ **اور حافظ دغولی** رحمہ اللہ **نے بھی صحیح قرار دیا ہے۔ شیخ الاسلام انصاری** رحمہ اللہ **کہتے ہیں: شامیوں کی مرویات میں سے یہ حدیث**

جیداور عمدہ ترین ہے۔''

(تُحفة الطّالب بمعرفة أحاديث مختصر ابن الحاجب : 36)

سوال: سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے گستاخ کا کیا انجام ہے؟

جواب: سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما اللہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اصحاب رسول رضی اللہ عنہم کے محبوب ہیں، لہٰذا ان سے محبت ایمان کا تقاضا ہے۔ اہل سنت تمام صحابہ کا ادب واحترام کرتے ہیں، ہر صحابی کو اس کا حق دیتے ہیں۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے محبت اوران کا احترام ضروری ہے، ان کی جناب میں گستاخی کرنا بے ادبی اور عذاب الٰہی کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔

❁ مخضرم تابعی، ابو رجاء عطاردی رحمہ اللہ (۱۰۵ھ) کہتے ہیں:

لَا تَسُبُّوا عَلِيًّا، وَلَا أَهْلَ هَذَا الْبَيْتِ، إِنَّ جَارًا لَّنَا مِنْ بَنِي الْهُجَيْمِ قَدِمَ مِنَ الْكُوفَةِ فَقَالَ : أَلَمْ تَرَوْا هٰذَا الْفَاسِقَ ابْنَ الْفَاسِقِ؟ إِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهٗ، يَعْنِي الْحُسَيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، قَالَ : فَرَمَاهُ اللّٰهُ بِكَوْكَبَيْنِ فِي عَيْنِهٖ، فَطَمَسَ اللّٰهُ بَصَرَهٗ .

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ اوران کے اہل خانہ کو برا نہ کہیں، بنوہجیم سے تعلق رکھنے والا ہمارا ایک پڑوسی جو کوفہ سے آیا تھا، اس نے کہا: دیکھو اس فاسق ابن فاسق کو یعنی سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو، نعوذ باللہ! اللہ نے اس کو ہلاک کر دیا۔ اس کی آنکھوں میں دو آسمانی انگارے لگے اور اس کی بینائی ختم ہوگئی۔''

(فضائل الصحابة لأحمد بن حنبل : 972، المعجم الكبير للطبراني : 119/3، وسنده صحيحٌ)

(سوال): کیا اسلاف امت مصائب وآلام میں قبروں کا رُخ کرتے تھے، تاکہ ان کے وسیلے سے دعائیں مانگیں؟

(جواب): اسلاف اُمت اپنی ضرورتیں پوری کرانے کے لیے قبروں کا قصد ہرگز نہیں کرتے تھے، ان سے ایسا کرنا قطعاً ثابت نہیں، اگر یہ دین ہوتا، تو اسلاف ضرور کرتے۔

۞ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

هَلْ يُمْكِنُ لِبَشَرٍ عَلٰى وَجْهِ الْأَرْضِ أَنْ يَأْتِيَ عَنْ أَحَدٍ مِنْهُمْ بِنَقْلٍ صَحِيحٍ أَوْ حَسَنٍ أَوْ ضَعِيفٍ أَوْ مُنْقَطِعٍ أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا كَانَ لَهُمْ حَاجَةٌ قَصَدُوا الْقُبُورَ فَدَعَوْا عِنْدَهَا، وَتَمَسَّحُوا بِهَا فَضْلًا أَنْ يُصَلُّوا عِنْدَهَا أَوْ يَسْأَلُوا اللّٰهَ بِأَصْحَابِهَا أَوْ يَسْأَلُوهُمْ حَوَائِجَهُمْ، فَلْيُوَقِّفُونَا عَلٰى أَثَرٍ وَّاحِدٍ أَوْ حَرْفٍ وَّاحِدٍ فِي ذٰلِكَ .

''کیا روئے زمین پر کسی انسان کے لیے یہ ممکن ہے کہ وہ سلف صالحین میں سے کسی ایک سے کوئی ایک صحیح یا حسن یا ضعیف یا منقطع روایت بیان کرے کہ جب ان کو کوئی ضرورت ہوتی تھی تو وہ قبروں کی طرف جاتے اوران کے پاس دُعا کرتے اوران سے لپٹتے ہوں۔ ان سے قبروں کے پاس نماز پڑھنے، اہل قبور کے طفیل اللہ سے دُعا مانگنے یا اہل قبور سے اپنی حاجت روائی کی التجا کرنے کا ثبوت تو دُور کی بات ہے۔ مشرکین ہمیں کوئی ایک ایسی روایت یا اس بارے میں کوئی ایک لفظ دکھا دیں۔''

(إغاثة اللّهفان من مَصايد الشّيطان :318/1)

(سوال): کیا قبروں کو پختہ کرنا شیعہ کا مذہب ہے؟

(جواب): روافض کے نزدیک قبروں پر عمارتیں بنانا اور انہیں پختہ کرنا جائز ہے، جبکہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔

❁ مشہور شیعہ محمد حسن حائری نے لکھا ہے:

قَالَتِ الْإِمَامِيَّةُ : يَجُوْزُ بِنَاءُ الْقُبُوْرِ لِلْأَنبِيَاءِ وَالْأَوْلِيَاءِ، وَتَشْيِيْدِهَا وَحِفْظِهَا .

''امامیہ (شیعہ کا ایک گروہ) کا کہنا ہے کہ انبیا اور اولیا کی قبروں پر تعمیر کرنا، انہیں پختہ کرنا اور ان کی حفاظت کرنا جائز ہے۔''

(البراهين الجلية، ص 41)

صحابہ کرام، تابعین کے دَور میں قبروں پر قبوں کا نام ونشان تک نظر نہیں آتا۔ البتہ صحیح احادیث اور صحابہ کرام اور تابعین عظام سے ان کی مذمت ضرور ثابت ہے:

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُجَصَّصَ الْقَبْرُ، وَأَنْ يُّقْعَدَ عَلَيْهِ، وَأَنْ يُبْنٰى عَلَيْهِ .

''رسول اللہ ﷺ نے قبر پختہ کرنے، اس پر بیٹھنے اور تعمیر سے منع فرمایا۔''

(صحيح مسلم: 970)

(سوال): مندرجہ ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❁ سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى يَوْمَ بُشِّرَ بِرَأْسِ أَبِي جَهْلٍ رَكْعَتَيْنِ .

''رسول اللہ ﷺ کو جب ابوجہل کی ہلاکت کی خوشخبری ملی، تو آپ نے (بطور شکر) دو رکعت نماز پڑھی۔''

(سنن ابن ماجہ: 1391)

جواب: سند ضعیف ہے۔

① سلمہ بن رجاء متکلم فیہ ہے۔

② شعثاء کی توثیق نہیں ملی۔

سوال: مسجد میں اپیل کرنا کیسا ہے؟

جواب: مسجد میں اپیل کرنا جائز ہے۔ احادیث میں اس کا ثبوت ملتا ہے۔

❀ حافظ سیوطی رحمہ اللہ نے اس کے جواز پر بَذْلُ الْعَسْجَدِ لِسُؤَالِ الْمَسْجِدِ نامی رسالہ بھی تحریر کیا ہے۔

سوال: کیا چار انبیائے کرام زندہ ہیں؟

جواب: بعض کہتے ہیں کہ چار انبیائے کرام پر موت نہیں آئی، وہ ابھی زندہ ہیں، خضر اور الیاس علیہما السلام زمین میں زندہ ہیں اور عیسیٰ اور ادریس علیہما السلام آسمان پر زندہ ہیں۔

یہ بے حقیقت اور بے اصل بات ہے، البتہ اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر زندہ ہیں اور قرب قیامت نزول فرمائیں گے۔

چار پیغمبروں کے زندہ ہونے کے حوالے سے دو اسرائیلی روایات آتی ہیں۔ دونوں کی سندیں سخت ضعیف ہیں۔

❀ ایک روایت کعب احبار رحمہ اللہ سے منقول ہے۔

(تاریخ ابن عساکر: 207/9)

سند سخت ضعیف ہے۔

① مکحول شامی کا کعب احبار سے سماع معلوم نہیں۔

② ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن سلیمان خراسانی کی توثیق معلوم نہیں۔

③ ابوحصین، محمد بن اسماعیل بن محمد تمیمی مجہول ہے۔

④ علی بن عاصم واسطی جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔

❁ دوسری روایت تفسیر ثعلبی (۲۲/ ۴۱۸) میں آتی ہے، یہ جھوٹی اور اسرائیلی روایت ہے۔

① احمد بن حسن بن یزید قزوینی، ابن ماجہ کی توثیق نہیں ملی۔

② سعید بن ابی سعید بصری کے حالات زندگی نہیں مل سکے۔

③ علاء بجلی مجہول الحال ہے، سوائے ابن حبان رحمہ اللہ کے کسی نے توثیق نہیں کی۔

④ زید مولیٰ عون طفاوی کون ہے؟ معلوم نہیں۔

⑤ واقعہ کی خبر دینے والا آدمی مبہم و نامعلوم ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی کوئی حدیث منقول نہیں۔

سوال: اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ تعظیمی القاب ملانا کیسا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ تعظیمی القاب لگانا مستحب ہے، مگر تعظیمی القاب وہی لگائے جائیں گے، جو کتاب وسنت میں ثابت ہیں، اپنی مرضی سے القاب بنانا درست نہیں، مثلاً ''اللہ کریم''، ''اللہ جل جلالہ''، ''اللہ پاک'' وغیرہ۔ اس طرح کے تعظیمی القاب اللہ کے لیے استعمال کرنا جائز اور مستحب ہیں، کہ جو اللہ تعالیٰ کی صفت ہوں یا صفت کا ترجمہ ہوں۔ ''اللہ صاحب'' یا ''اللہ میاں'' یا ''اللہ سائیں'' وغیرہ کہنے سے احتراز کرنا

چاہیے، کیونکہ یہ نہ اللہ کے صفاتی نام ہیں اور نہ صفاتی ناموں کا ترجمہ۔

سوال: کیا نبی کریم ﷺ معراج کی رات عرش الٰہی پر بیٹھے؟

جواب: نبی کریم ﷺ کا معراج کی شب آسمانوں کی سیر کرنا ثابت ہے، مگر کسی صحیح روایت میں یہ ثابت نہیں کہ نبی ﷺ عرش الٰہی پر بیٹھے۔

سوال: نبی کریم ﷺ کے لیے "نورِ عرشہ" کے الفاظ استعمال کرنا کیسا ہے؟

جواب: اسلاف امت میں ان الفاظ کا استعمال نبی کریم ﷺ کے ساتھ نہیں کیا گیا، حالانکہ وہ سب سے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ سے محبت کرنے والے اور آپ ﷺ کی تعظیم بجالانے والے تھے۔

سوال: نبی کریم ﷺ کو "یا صاحب الزمان" کہنا کیسا ہے؟

جواب: یہ نبی کریم ﷺ کے بارے میں غلو ہے۔ ایسے الفاظ کا استعمال کرنا درست نہیں۔ اسلاف امت سے ایسا کچھ ثابت نہیں۔

سوال: کیا نبی کریم ﷺ مردوں کو زندہ کرتے تھے؟

جواب: نبی کریم ﷺ کے بارے میں ایسا کچھ ثابت نہیں۔

سوال: کیا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حیض نہیں آتا تھا؟

جواب: ایسا کچھ ثابت نہیں، اس بارے میں مروی تمام روایات باطل، ضعیف اور غیر ثابت ہیں۔ یہ سیدہ کے حق میں غلو ہے۔

سوال: کیا سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو "گدھا" کہا؟

جواب: عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو "گدھا" کہنا ثابت نہیں۔

❀ شرح معانی الآثار للطحاوی (1/ 289) میں مروی ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن

عباس رضی اللہ عنہما کو بتایا گیا کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ ایک وتر پڑھتے ہیں، تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

مِنْ أَيْنَ تُرٰى أَخَذَهَا الْحِمَارُ .

''اس گدھے نے یہ کہاں سے سیکھ لیا؟''

① یہ شاذ (ضعیف) ہے، کیونکہ صحیح بخاری کی روایت کے خلاف ہے۔

② عبدالوہاب بن عطاء خفاف (حسن الحدیث) نے عثمان بن عمر جیسے ثقات و اوثق کی مخالفت کی ہے۔

③ یہ بات سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی شان سے بعید ہے۔

سوال: کیا سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے خیبر کے دروازے کو اکیلے اٹھایا، کہ جسے بہت سے آدمی مل کر نہیں اٹھا سکتے تھے؟

جواب: یہ قصہ جمیع سندوں سے ضعیف ہے۔

سوال: کیا ولید بن عقبہ صحابی تھے؟

جواب: ولید بن عقبہ صحابی رسول تھے۔رضی اللہ عنہ۔

سوال: کیا سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایام جاہلیت میں اپنی بیٹی کو زندہ درگور کیا؟

جواب: کسی روایت میں ایسی بات ثابت نہیں۔ یہ قصہ بے سروپا ہے۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جیسی شخصیت سے اس بات کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔

پھر قرائن بھی اس کے خلاف ہیں، سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ہی کی لخت جگر تھیں، جو بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ بنیں۔جبکہ حفصہ رضی اللہ عنہا یقیناً ایام جاہلیت میں پیدا ہوئی تھیں، مگر وہ زندہ رہیں۔

سوال: سود کو حلال سمجھنے والے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): سود کی پوری حقیقت جاننے کے باوجود اسے حلال سمجھنے والا مرتد ہے، اس سے توبہ کرائی جائے گی، توبہ کر لے، تو درست، ورنہ ارتداد کی وجہ سے واجب القتل ہے، اس کی سزا کی ذمہ داری ریاست اسلامیہ پر ہے۔

(سوال): مساجد کے باہر تصاویر آویزاں کرنا کیسا ہے؟

(جواب): ناجائز ہے۔ رسول اللہ ﷺ تصویر مٹانے کے لیے تشریف لائے تھے۔ تصویر بنانے والے پر لعنت کی گئی ہے۔

❁ سیدنا ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ نے گودنے والی، گدوانے والی، سود کھانے والے اور سود کھلانے والے پر لعنت بھیجی ہے، آپ ﷺ نے کتے کی قیمت اور زانیہ کی کمائی کھانے سے منع فرمایا ہے اور تصویر بنانے والوں پر لعنت بھیجی ہے۔''

(صحيح البخاري : 5347)

❁ حیان بن حصین ابو ہیاج اسدی رحمہ اللہ سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

أَلَا أَبْعَثُكَ عَلٰى مَا بَعَثَنِي عَلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ أَنْ لَّا تَدَعَ تِمْثَالًا إِلَّا طَمَسْتَهٗ وَلَا قَبْرًا مُّشْرِفًا إِلَّا سَوَّيْتَهٗ.

''میں آپ کو اس کام کے لیے نہ بھیجوں، جس کے لیے مجھے رسول اللہ ﷺ نے بھیجا تھا؟ کہ کوئی مُورتی دیکھیں، تو اسے مٹا دیں اور کوئی بلند قبر دیکھیں، تو اسے برابر کر دیں۔''

(صحيح مسلم : 969)

ایک روایت کے الفاظ ہیں:

وَلَا صُورَةً إِلَّا طَمَسْتَهَا .

''اور کوئی تصویر دیکھیں، تو اسے ختم کر دیں۔''

سوال: کیا رسول اللہ ﷺ سے مغرب سے پہلے دو رکعت نفل ادا کرنا ثابت ہے؟

جواب: نماز مغرب سے پہلے دو رکعت ادا کرنا رسولِ کریم ﷺ کی قولی، فعلی اور تقریری سنت ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ مزنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى قَبْلَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ .

''رسول اللہ ﷺ نے مغرب سے پہلے دو رکعت ادا فرمائیں۔''

(صحيح ابن حبّان : 1588؛ قيام اللّيل للمروزي : 64، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ علامہ مقریزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ .

''یہ سند امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر صحیح ہے۔'' (اختصار قيام اللّيل : 64)

سوال: بعض جگہ اظہار افسوس کے لیے ایک منٹ یا چند منٹ کا سکوت کیا جاتا ہے، اس کا کیا شرعی حکم ہے؟

جواب: شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں۔ نبی کریم ﷺ، صحابہ، تابعین اور ائمہ دین میں سے کسی سے افسوس کے وقت کچھ وقت کی خاموشی اختیار کرنا ثابت نہیں۔ یہ غیر مسلموں کا طریقہ کار ہے، جسے بعض مسلمان اختیار کیے ہوئے ہیں۔

سوال: امیر مہدی کے ساتھ ''علیہ السلام'' کا لفظ استعمال کرنا کیسا ہے؟

جواب: ''علیہ السلام'' کا لفظ انبیائے کرام کے لیے ہی استعمال کرنا چاہیے۔ امیر

مہدی یقیناً نبی نہیں ہیں، لہٰذا ان کے لیے ''علیہ السلام'' کا لفظ استعمال نہیں کرنا چاہیے۔

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۷۶ھ) نقل کرتے ہیں:

''شیخ ابو محمد جوینی رحمہ اللہ (۴۳۸ھ) فرماتے ہیں کہ ''سلام'' صلاۃ کے معنی میں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ صلاۃ اور سلام کو جمع کیا ہے، لہٰذا انبیائے کرام علیہم السلام کے علاوہ کسی غائب کو اس لفظ کے ساتھ متصف نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا یہ نہیں کہا جا سکتا: ابو بکر، عمر اور علی علیہم السلام۔ البتہ زندوں اور مردوں کو مخاطب کرتے ہوئے یہ الفاظ بولے جا سکتے ہیں، پس السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا جا سکتا ہے، واللہ اعلم!''

(شرح النّووي : 128/4)

علامہ ابن العطار رحمہ اللہ (۷۲۴ھ) فرماتے ہیں:

''جو بات اکثر علما نے کی ہے، وہی صحیح ہے کہ (غیر نبی کے لیے ''الصلاۃ'' وغیرہ کا لفظ استعمال کرنا) مکروہ تنزیہی ہے، علما نے اس کی وجہ یہ بتائی کہ یہ اہل بدعت کا شعار ہے اور ہمیں ان کے شعار کو اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے، لیکن ممانعت کی سب سے قوی دلیل یہ ہے کہ سلف صالحین ''صلاۃ''، مستقل طور پر انبیائے کرام کے لیے خاص سمجھتے تھے۔ جیسا کہ ہم ''عزوجل'' کا لفظ اللہ تعالیٰ کے لیے خاص سمجھتے ہیں، اسی طرح ہم محمد عزوجل نہیں کہہ سکتے، بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم عزیز وجلیل ہیں۔ اسی طرح ابو بکر و علی رضی اللہ عنہما کے ناموں کے ساتھ ''صلی اللہ علیہ'' نہیں کہہ سکتے، باوجود اس کے کہ اس کا معنی درست ہے۔''

(العُدّة في شرح العُمدة : 612/2)

سوال: کیا سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر سمیت دریا کو پار کیا؟

جواب: اس بارے میں مروی تمام روایات بلحاظ سند ضعیف و نا قابل حجت ہیں۔

سوال: خانہ کعبہ پر سیاہ غلاف ڈالنے کی ابتدا کب ہوئی؟

جواب: عہد نبوی میں کعبہ پر چادریں یا غلاف ہوتا تھا۔

(صحيح البخاري : 1846، صحيح مسلم : 1357)

مگر اس غلاف یا چادروں کا رنگ کیا تھا؟ اس کا علم نہیں۔ سیاہ غلافوں کی ابتدا کب ہوئی؟ اس کا علم نہیں ہو سکا، ممکن ہے کہ بعض عباسی خلفا نے سب سے پہلے ایسا کیا ہو، جیسا کہ تاریخی روایات میں آیا ہے۔

سوال: کیا مدینہ کی مٹی ''خاک شفا'' ہے؟

جواب: مدینہ کی زمین خاک شفا نہیں۔ اس پر کوئی دلیل نہیں۔ صحیح مسلم (۲۱۹۴) والی حدیث کے بارے میں علما فرماتے ہیں کہ اس سے پوری زمین مراد ہے۔

سوال: کیا بعض انبیائے کرام کے والدین مشرک تھے؟

جواب: بعض انبیا کے والدین مشرک بھی ہوئے ہیں۔ روافض کا عقیدہ ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کے آباء واجداد کافر نہیں ہوتے۔ جبکہ ائمہ مسلمین میں کوئی بھی اس عقیدہ کا قائل نہیں۔ کئی انبیا کے والدین کافر تھے۔ اس پر نصوص ہیں۔ اس لیے بعض لوگ ان نصوص کو اپنے خلاف پا کر پرتکلف تاویلات پر اُتر آتے ہیں۔

سوال: ''جذب'' کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: ''جذب'' باطنی صوفیا کی گمراہ کن اصطلاح ہے، اسلام میں اس کا کوئی تصور نہیں۔ اسلاف امت اس سے ناواقف تھے۔